تفسیر تدبر قرآن میں امین احسن اصلاحی کی تفردات کا تحقیقی جائزہ

Degree Reviewing the Differences in Urdu Interpretation of the Tadabbar-e-Quran of Amin Ahsan Islahi

صادق علی[i] ڈاکٹر منظور احمد[ii]-

Abstract:

Qur'an is a Quranic interpretation of the Quran by Amin Ahsan Islahi. Who is a special student of Mawlana Hameed-ud-din Farahi. He has tried to present the thought of his teacher in his commentary and has spent almost 55 years writing the author. In the Qur'an, the author presents the Qur'anic thought philosophy, which is the answer to the challenge of this period, especially the poem and the emphasis on the Qur'an, as some scholars suspect that there is no poem within the Qur'an. Many commentators raised the answer, including this commentary. In the Qur'an, Mawlana Amin Ahsan Islahi did not base his commentary on the existing commentary principles. To them, there are two types of interpretive resources: internal and external. Internal resources feature the language of the Quran, discipline, while external sources include traditions, archeology and history.

Keywords: *Differences, Quranic interpretation, commentary principles-*

علماء ہند کے جن علماء کو اللہ تعالی نے قرآن کریم کی تفسیر لکھنے کی توفیق عطاء کی ہے ان میں سے ایک مولانا احسن اصلاحی صاحب بھی ہیں۔امین احسن اصلاحی ایک جلیل القدر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ تفسیر کے میدان میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔آپ نے "تدبر قرآن" کے نام سے اردو زبان میں نو جلدوں پر مشتمل قرآن کریم کی مشہور تفسیر لکھی ہے۔اس تفسیر کے علاوہ آپ نے دیگر مختلف دینی اور سیاسی موضوعات سے متعلق بھی کئی اہم کتابیں تصنیف کی ہیں۔تدبر قرآن میں آپ نے اپنے استاذ مولانا حمید الدین فراہی کی فکر کو پیش کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔چنانچہ آپ تفسیر کے میدان میں صرف ہونے والی اپنی اور استاد کی کاوشوں اور محنتوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "میں نے اپنی زندگی کے پورے 55 سال اس تفسیر کے لکھنے میں صرف کئے ہیں جس میں سے صرف 23 سال اس کتاب کی تحریر اور تسوید میں صرف ہوئے ہیں۔

---

[i] . پی ایچ، ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، گومل یونیورسٹی ڈی آئی خان۔

[ii] اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، گومل یونیورسٹی ڈی آئی خان۔

اپنی اس تفسیر میں آپ نے وہ قرآنی فکر و فلسفہ پیش کیا ہے جو اپنے دور کے چیلنجز کا جواب ہے۔آپ نے اپنی تفسیر میں نظم قرآن اور ارتباط قرآن جیسے موضوعات پر زیادہ زور دیا ہے۔اس کی بنیادی وجہ بعض مستشرقین کی طرف سے سامنے آنے والے اعتراضات ہیں۔کیونکہ انکے نزدیک قرآن کریم کے اندر نظم نہیں ہے۔اس اشکال کا جواب دیگر بعض مفسرین نے بھی دیا ہے۔امین احسن اصلاحی نے بھی اپنی تفسیر میں اس اشکال کا جواب بہتر اسلوب میں بیان کیا ہے۔آپ نے فہم قرآن کے تفسیری وسائل کو دو حصوں میں منحصر کیا ہے۔داخلی وسائل یعنی قرآن کی زبان، نظم اور نظائر اور شواہد ہیں۔دوسری قسم خارجی وسائل ہیں جن سے مراد حدیث، تاریخ، تفسیر کی کتابیں اور سابقہ آسمانی صحیفے ہیں۔آپ نے اپنی تفسیر میں تفسیر طبری، تفسیر زمخشری اور تفسیر الکبیر جیسے کئی قدیم مفسرین کے تفاسیر سے استفادہ بھی کیا ہے۔

تفسیر تدبر قرآن کی غرض وغایت

مولانا اصلاحی صاحب "تدبر قرآن" کے مقدمے میں فرماتے ہیں:

"میری دلی آرزو اور خواہش یہ تھی کہ میں قران کریم کی ایک ایسی تفسیر لکھوں جس میں ہر قسم کے تعصب اور انتشار سے آزاد ہو کر ہر آیت کا وہ مطلب اور مفہوم نہ صرف خود سمجھوں بلکہ دوسروں کو بھی سمجھاؤں جو حقیقی معنی میں اس آیت سے ثابت ہوتا ہو، تاکہ کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہے۔" [1]

اصلاحی صاحبؒ نے اپنی اس تفسیر کے لکھنے میں اگرچہ اپنی رائے کا بھی جگہ جگہ اظہار کیا ہے لیکن اس کے باوجود آپ نے کئی قدیم تفاسیر سے بہت حد تک استفادہ کیا ہے جس کا ذکر آپ نے خود "تدبر قرآن" کی پہلی جلد کے مقدمہ میں کیا ہے جو درج ذیل ہیں:

(1) ابن جریر الطبری (ت،310ھ) کی تفسیر "جامع البیان (تفسیر طبری) "

(2) معتزلہ فرقے کے مشہور، معروف امام جاراللہ الزمخشری (ت،528) کی تفسیر "الکشاف" المعروف بہ (تفسیر الزمخشری)۔

(3) فخر الدین الرازی (ت،544-604ھ) کی تفسیر "مفاتیح الغیب" المعروف ب (تفسیر کبیر) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔[2]

مذکورہ بالا تفاسیر کے علاوہ آپ نے اپنے استاد عبدالحمید فراہیؒ کی تفسیر "نظام القرآن" سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے اگرچہ آپ نے اس بات کا اظہار واضح طور پر نہیں کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اصلاحی صاحبؒ آیات کی تفسیر میں سب سے زیادہ اگر کسی تفسیر سے استفادہ کیا ہے تو وہ مولانا فراہیؒ کی تفسیر ہی ہے۔کیونکہ بہت سارے مقامات پر تو آپ نے فراہی صاحبؒ کے الفاظ کو بعینہ نقل کیا ہے۔چانچہ اس کی واضح مثال "سورہ فیل" کی تفسیر ہے جس میں آپ کی رائے اپنے اساذ فراہی صاحبؒ کی رائے کیساتھ متفق ہے اور ان کا مؤقف جمہور مفسرین سے مختلف ہے۔

مولانا اصلاحی صاحبؒ ان تفاسیر سے استفادہ کی نوعیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ہمارا تفسیر میں طریقہ کار یہ ہے کہ ہر سورۃ اور آیت پر تبصرہ کرنے سے پہلے اس کے الفاظ، سیاق وسباق، نظم، نسق اور مجموعہ قرآن میں اس کے دیگر شواہد ونظائر کے بارے میں تحقیق کرتے ہیں۔اس طرح سے جو کچھ سمجھ میں آجاتا ہے، لیکن مزید اطمینان کے لئے دیگر قدیم مفسرین کی تفاسیر کی طرف بھی رجوع کرلیتا ہوں۔اگر دیگر مفسرین کی بھی وہی رائے ہوتی ہے جو میرے نزدیک معتبر ہوتی ہے تو اس صورت میں دلی اطمینان میں اضافہ ہو جاتا ہے، لیکن اگر تفسیروں سے میری بات اور رائے کی تائید ثابت نہیں ہوتی تو پھر اس آیت سے متعلق غور فکر جاری رکھتے ہیں یہاں تک کہ دیگر

دلائل کی بناء پر یا تو اپنی غلطی واضح ہو جائے یا دیگر تفسیروں میں جو بات ہے اس کے ضعف اور کمزوری کے وجوہات دلائل کی روشنی میں سامنے آجائیں۔ ہمارے ہاں تفسیروں سے استفادہ کرنے کا صحیح طریقہ یہی ہے"۔ [3]

اصلاحی صاحب نے علوم القرآن کے حوالے سے جہاں پر گفتگو کی ہے وہاں پر آپ نے اپنے استاد مولانا فراہی کی "دلائل النظام اور "مفردات القرآن "اور "فاتحہ نظام القرآن سے خاطر خواہ استفادہ کیا ہے جیسا کہ بہت سارے مقامات پر ان کتابوں کے حوالے ذکر کئے ہیں۔اس کے علاوہ لغت کی کتابوں میں سب سے زیادہ ''لسان العرب اور "اقرب الموارد "کی طرف رجوع کیا ہے۔[4]

ہم اپنے اس مختصر سے رسالے میں مولانا آمین احسن اصلاحی کی ان آیات کی نشان دہی کرنا مناسب سمجھتے ہیں جس میں اصلاحی صاحب نے آیات کی تفسیر میں دیگر مفسرین سے الگ رائے قائم کی ہے بالفاظ دیگر تفرد اختیار کی ہے اس کے علاوہ وہ اپنے ان تفردات میں کس حد تک درست ہیں۔ چنانچہ اصلاحی صاحب کی بعض تفردات درج ذیل ہیں:

تفرد نمبر1

"قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَاتَ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيلِ اللهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يرَوْنهم مِّثْلَيهِمْ رَاْیَ الْعَينِ[5]"

ترجمہ: جن دو گروہوں میں مڈ بھیڑ ہوئی ان کی سرگزمیں تمہارے لیے نشانی ہے۔ایک گروہ اس کی راہ میں لڑ رہا تھا دوسرا کافر تھا یہ ان کو کھلم کھلا ان سے دوگنا دیکھتے تھے۔

احسن اصلاحیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

"ہر چند کفار کی تعداد ہزار سے متجاوز تھی اور مسلمان تین سو تیرہ تھے لیکن جب مقابلے کی نوبت آئی تو کفار نے کھلی انکھوں سے مسلمانوں کو اپنے سے دوگنا دیکھا۔اگر واقعہ اس کے برعکس ہوتا یعنی اگر مسلمانوں نے کفار کو اپنے سے دوگنا دیکھا ہوتا تو اس میں کفار کے لے کیا نشانی ہوتی"؟

اصلاحیؒ لکھتے ہیں اگر مسلمان کافروں کو اپنی نگاہوں سے دوگنا دیکھتے تو پھر کافروں کے لئے کیا نشانی ہوتی۔لہذا کافروں کو نشانی دکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی فوج اتار دی تھی تاکہ کافر مسلمانوں کو اپنے سے دوگنا دیکھیں۔

دیگر مفسرین نے اس آیت کی تفسیر مختلف الفاظ کیساتھ کی ہیں جیسا کہ ابن کثیر کے نزدیک اس سے مراد نصرت اسلام ہے۔چنانچہ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"قوله:{يَرَوْنَهُمْ مِثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ}قال بعض العلماء -فيما حكاه ابن جرير: يرى المشركون يوم بدر المسلمين مثليهم في العدد رأي أعينهم"۔[6]

ترجمہ: { يَرَوْنَهُمْ مِثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ } بعض علماء لکھتے ہیں کہ مشرکین نے اپنے آنکھوں سے مسلمانوں کو اپنے سے دوگنے تعداد میں دیکھا۔

بعض کے نزدیک اس سے مراد یہ کہ قلت کے باوجود مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو جائے جیسا کہ طبری لکھتے ہیں:

"(يَرَوْنَهُمْ مِثْلَيْهِمْ) بالياء، بمعنى: يرى المسلمون الذين يقاتلون في سبيل الله، الجماعةَ الكافرةَ مثلي المسلمين في القدْر".[7]

ترجمہ: (يَرَوْنَهُمْ مِثْلَيْهِمْ) یا کے ساتھ معنی یوں ہوگا کہ مسلمان جو راہ خدا میں لڑتے تھے ان کو کافروں نے مقدار میں زیادہ دیکھا۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ فرشتوں کا اتار نامدد کے لئے تھا نہ کہ صرف دیکھنے کے لئے۔اس وجہ سے فرشتے لڑتے رہے یہاں تک کہ فتح نصیب ہوئی۔

نمبر 2:

"وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ"۔[8]

ترجمہ: اور ایک نبی کی شان سے بعید ہے کہ وہ بدخواہی کرے اور جو کوئی بدخواہی کرے گا تو قیامت کے دن وہ اپنی بدخواہی سمیت پیش ہوگا۔

احسن اصلاحیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"غل یا غل کے معنی بدعہدی اور بے وفائی کرنے کے ہیں۔اس سے منافقین کے اس الزام کی تردید مقصود ہے جو ان کی طرف سے احد میں ظاہری شکست کے بعد رسول اللہ ﷺ پر لگایا گیا تھا اور جس کو مسلمانوں کے اندر بددلی پیدا کرنے کے ارادے سے اچھی طرح پھیلایا، کہ ہم نے تو واضح طور پر مشورہ دیا تھا کہ شہر کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے لیکن انہوں نے ہمارے مشوروں اور مرے بھائیوں کی جانوں کی کوئی قدر و قیمت نہ سمجھی اور ان کو ایک بنا مناسب مقام میں لے جا کر دشمن سے تہ تیغ کرایا یہ صریحا بدخواہی اور ان کے ساتھ غداری و بے وفائی ہے۔قرآن نے اس آیات میں ان کی اس بے بنیاد الزام کی تردید کی کہ تمہارا یہ الزام بالکل جھوٹ پر مبنی ہے کوئی بھی نبی اپنی امت کے ساتھ بے وفائی و بدعہدی نہیں کرتا۔"

جبکہ دیگر مفسرین نے اس کے معنی "خیانت" کے کی ہے۔

جیسے طبریؒ ذکر کرتے ہیں:

"عن الضحاك: أنه كان يقرأ:"ما كان لنبي أن يغلَّ"، قال: أن يعطي بعضًا، ويترك بعضًا، إذا أصاب مغنمًا."[9]

ترجمہ: ضحاک فرماتے ہیں کہ اس نے ما كان لنبي أن يغلَّ سنایا تو فرمایا کہ بعض مال غنیمت کو تقسیم کیا اور بعض مال غنیمت کو چھوڑا۔

امام رازی یوں ذکر کرتے ہیں:

"{وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَغُلَّ } وجها آخر فقال : ما كان لنبي أن يغل أي ما كان لنبي أن يكتم الناس ما بعثه الله به اليهم رغبة في الناس أو رهبة عنهم"[10]

ترجمہ: {وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَغُلَّ } میں ایک توجیہ کسی نبی کے لئے اچھا اور مناسب نہیں کہ وہ لوگوں کے سامنے وہ احکام ظاہر کرے جس میں لوگ رغبت کرتے ہو اور اس کو چھپائے جس میں وہ رغبت نہیں کرتے۔

امام نفسیؒ کے نزدیک غلول سے مراد خفیہ طریقے سے مال غنیمت میں سے کچھ لینا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"يقال غلّ شيئاً من المغنم غلولاً وأغلّ إغلالاً إذا أخذه في خفية"[11]

ترجمہ: خفیہ طریقے سے مال غنیمت میں سے کچھ لینے کو غلول کہتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ احسن اصلاحیؒ نے آیت میں "غل" سے جو معنی مراد لیا ہے وہ معنی متقدمین میں سے کسی نے بھی نہیں لی ہے کیونکہ ان کے نزدیک "غل" کی معنی بے وفائی کے ہیں، حالانکہ جمہور علماء کرام کے نزدیک اس سے مراد غنیمت میں خیانت کرنا ہے۔

تفرد نمبر3

"وإن من أهل الكتاب إلاّ ليؤمنن به قبل موته---"[12]

ترجمہ: اہل کتاب میں سے ہر ایک موت سے پہلے اس کا ضرور یقین کرے گا۔

احسن اصلاحیؒ مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"پہلی ضمیر کا مرجع ہمارے نزدیک قرآن مجید ہے اور دوسری کا مرجع آپ ﷺ ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ آج تک یہ اہل کتاب قرآن اور نبی کی صداقت تسلیم کرنے کے لئے یہ شرط ٹھہراتے ہیں کہ وہ آسمان سے کتاب اترتی ہوئی دکھائیں تب یقین کریں گے قرآن فی الواقع اللہ کی کتاب ہے اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔"[13]

جب کہ دوسرے مفسرین کے نزدیک اس سے مراد حضرت عیسی ہیں یعنی اہل کتاب کے لئے موت سے پہلے حضرت عیسیٰ پر ایمان لانا واجب ہے۔ یا یہ کہ حضرت عیسی کے زمین پر دوبارہ تشریف لاتے وقت موجود اہل کتاب حضرت عیسی پر ایمان لاکر اسلام میں داخل ہوں گے۔

اسی طرح ماوردی بھی اس کے مشابہہ الفاظ کے ساتھ ذکر کرکے ان میں تین اقوال ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قوله تعالى :) وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلاَّ لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ (فيه ثلاثة أقاويل:أحدها:إلا ليؤمنن بالمسيح قبل موت المسيح،إذا نزل من السماء،وهذا قول ابن عباس،وأبي مالك،وقتادة،وابن زيد-[14]

ترجمہ: وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلاَّ لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ میں تین اقوال ہیں ان میں پہلا قول: مسیح کی وفات سے پہلے حضرت عیسیٰ پر ان کے آسمان سے اترنے کے بعد ایمان لانا ضروری ہے۔ اس قول کو حضرت ابن عباس، ابی مالک، قتادہؓ اور ابن زیدک نے اختیار کیا ہے۔

جامع البیان اپنا دعویٰ کی تائید میں مختلف روایات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عن ابن عباس:"وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته قال: قبل موت عيسى ابن مريم."[15]

ابن عباس کی روایت میں اس آیت میں "قبل موته" سے مراد حضرت عیسی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد حضرت عیسیٰ ہیں جبکہ احسن اصلاحیؒ اس سے حضرت محمد ﷺ مراد لیتے ہیں جو بظاہر جمہور علماء کی رائے سے الگ رائے قائم کرنا ہے۔

تفرد نمبر4

"اتَّبِعُواْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلاَ تَتَّبِعُواْ مِن دُونِهِ أَوْلِيَآءَ قَلِيلاً مَّا تَذَكَّرُونَ-"[16]

ترجمہ:اے لوگوں جو چیز تمہاری طرف رب کی جانب سے اتاری گئی ہے اس کی اتباع کرو اور اس کے ماسوا سرپرستوں کی اتباع نہ کرو بہت کم ہی لوگ یادہانی حاصل کرتے ہو۔

احسن اصلاحیؒ مذکورہ آیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عام طور پر لوگوں نے اس آیت کا مخاطب مسلمانوں کو مانا ہے لیکن سیاق وسباق اور آیت کے الفاظ دلیل ہیں کہ خطاب قریش سے ہے آپ ﷺ کو اوپر والی آیت میں تسلی دینے کے بعد اب قریش کو دھمکی دی گئی ہے کہ یہ چیز جو تمہاری طرف رب کی طرف سے اتاری گئی ہے اس کی اتباع کرو اور خدا کے سوا دوسرے معبودوں اور شریکوں کی پیروی نہ کرو۔"[17]

صاحب جامع البیان لکھتے ہیں:

"القول في تأويل قوله :{اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلا مَا تَذَكَّرُونَ}قال أبو جعفر:يقول جل ثناؤه لنبيه محمد صلى الله عليه وسلم: قل،يا محمد، لهؤلاء المشركين من قومك الذين يعبدون الأوثان والأصنام: اتبعوا،أيها"[18]

ترجمہ: اس آیت کی تاویل میں ابو جعفرؒ فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنے نبی کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ یا محمد ﷺ ان مشرکین کو جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں کہ ان کی اتباع کرے۔

امام رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"واعلم أن قوله:"اتَّبِعُوا مَآ أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ"يتناول القرآن والسنة.فإن قيل:لماذا قال: أَنَزَلَ إِلَيْكُمُ وإنما أنزل على الرسول.قلنا:إنه منزل على الكل بمعنى أنه خطاب للكل"[19]

ترجمہ:"اتَّبِعُوا مَآ أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ"قرآن اور سنت دونوں کو شامل ہے اگر آپ اعتراض کرے کہ {أَنَزَلَ إِلَيْكُمُ} کیوں کہا کیونکہ انزال تو صرف رسول پر ہوا ہے۔ ہم جواب دیتے ہیں کہ تمام پر نازل ہوا کیونکہ خطاب میں سارے شامل ہیں۔

امام نسفیؒ لکھتے ہیں:

"{ اتَّبِعُوا مَآ أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ} أي القرآن والسنة {وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ }[20] من دون الله {أَوْلِيَآءَ}أي ولا تتولوا من دونه من شياطين الجن-[21]"

ترجمہ:{اتَّبِعُوا مَآ أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ} یعنی قرآن وسنۃ اور اللہ کے علاوہ شیطان ہوتا ہے۔ خواہ انسانوں میں سے ہو یا پھر جنات میں سے ہو۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے تین چار اقوال ذکر کئے ہیں، لیکن ان اقوال میں کسی نے بھی اس سے مراد "قریش" نہیں لئے ہیں حالانکہ امین اصلاحیؒ اس سے مراد قریش لیتے ہے جو اس کا اجتہاد خاص ہے اور یہ بھی اس کے تفردات میں سے ایک ہے۔

تفرد نمبر 5

"وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ"[22]

ترجمہ :ان کے درمیان پردہ ہوگا اور دیوار کی برجیوں پر کچھ لوگ ہوں گے جو کہ پہچانے جائیں گے۔

رجال کا لفظ اپنے عام مفہوم میں استعمال ہوتا ہے لیکن اس سے ممتاز اشخاص مراد ہے جیسے

"مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلا" [23]

ترجمہ :اور اہل ایمان میں ایسے رجال ہیں جنہوں نے اس عہد کو سچ کر دکھایا جو خدا سے انہوں نے باندھا۔

لہذا احسن اصلاحیؒ کے نزدیک اصحاب اعراف سے مراد نیک اور ایماندار لوگ ہیں یہ لوگ اسی مقام سے جہاں سے جنت اور دوزخ کے مناظر دکھائی دیتے ہوں گے اہل جنت کو مبارک باد دیں گے اور اہل دوزخ کو ملامت کریں گے۔

یہ ساری باتیں ایسے لوگوں کی زبان سے کس طرح نکل سکتی ہیں جنہیں خود اپنی نجات کی فکر پڑی ہو جبکہ کئی دوسرے مفسرین کے نزدیک اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور برائیں برابر ہیں اس سے ان کا فیصلہ ابھی معلق ہوگا کہ دوزخ میں بھیجے جائیں یا جنت میں۔

جامع البیان میں لکھا گیا ہے۔

"قال: هم رجال من الملائكة، يعرفون أهل الجنة وأهل النار"[24]

ترجمہ :فرماتے ہیں کہ یہ ملائکہ میں سے ہوں گے جو جنت اور جہنم والوں کو پہچانیں گے۔

تفسیر ماوردی میں لکھا ہے :

"أنه قوم استوت حسناتهم وسيئاتهم"[25]

ترجمہ :ان کے نیک اعمال اور بداعمال برابر ہوں گے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ یہ لوگ ایسے لوگ ہوں گے جن کے اعمال برابر ہوں گے وہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوسکیں گے اور اپنی نیک اعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں داخل نہیں ہوسکیں گے لیکن اصلاحیؒ اس سے منفرد الفاظ میں تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ لوگ نیک اعمال والے ہوں گے۔

تفرد نمبر6

"سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ"[26]

ترجمہ :ہم انہیں دوبار سزادیں گے پھر ان کو دردناک عذاب کی طرف دھکیلا جائے گا۔

احسن اصلاحیؒ مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"سنعذبھم مرتین میں ایک تو اس سزا کی جانب اشارہ مقصود ہے جو مسلمانوں کے ہاتھوں ان کو ملنے والی ہے۔دوسرے اس عذاب کیطرف جس سے یہ عالم برزخ میں دوچار ہوں گے۔"[27]

ان کو دو عذاب ہوں گے پہلا عذاب ہو گا ان کی منافقت کی وجہ سے کہ مال و جاہ اور عزت کی بجائے الٹی ذلت و نامرادی پائیں گے۔ دوسری سزا یہ ہو گی کہ جو وہ اسلام کو مٹانے کی کوشش کر رہے تھے وہ اسلام ان کی آنکھوں کے سامنے پھلے پھولے گا۔

جبکہ دیگر مفسرین کے نزدیک پہلا عذاب ان کو دنیا کی رسوائی کا ہو گا اور دوسرا عذاب قبر یا عالم برزخ میں ملے گا۔

صاحب جامع البیان لکھتے ہیں:

"حدثنا سعید، عن قتادة:(سنعذبهم مرتين)، عذاب الدنيا، وعذاب القبر"[28]

ترجمہ: سعید قتادہ سے روایت کرے کہ: (سنعذبهم مرتين)، سے مراد دنیا کی عذاب اور قبر کی عذاب ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اصلاحیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں بھی دیگر تمام جمہور مفسرین سے اختلاف کیا ہے لہذا یہ بھی اسکی تفردات میں ایک ہے۔

تفرد نمبر7

"وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ"[29]

ترجمہ: اور جب تم سورج طلوع ہوتے ہوئے دیکھتے ہو تو ان کے غار سے دائیں طرف کو بچا رہتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف مڑ جاتا ہے جبکہ وہ لوگ تو اس کے صحن میں ہیں۔

احسن اصلاحیؒ مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اوپر کی آیت میں اللہ نے ان لوگوں کیلئے غار کے اندر ہی ضروریات و مرافق کے مہیا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے اب یہاں سے اس کو بیان کرنا مقصود ہے کہ اگر تم دیکھ پاتے تو تم سورج کو طلوع ہوتے وقت ان کے غار سے دائیں کو بچتا ہوا طلوع ہوتا دیکھتے اور اسی طرح غروب ہوتے وقت ان سے بائیں کو کتراتا ہوا ڈوبتا دیکھتے اور وہ اس غار کے صحن میں آرام کر رہے تھے اس سے معلوم ہوا غار کا دھانہ اس طرح واقع ہوا تھا کہ اس کے اندر ہوا، روشنی اور حرارت، جو زندگی گزرنے کی ضرورت میں سے ہیں بآسانی پہنچتی رہیں لیکن آفتاب کی تمازت اس کے اندر راہ نہیں پائی تھی۔"[30]

مفسرین حضرات نے غار اور اس دھانے کی سمت اور جہت متعین کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ کاوش غیر ضروری ہے۔ اس کی مختلف شکلیں فرض کی جاسکتی ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی کے متعلق جزم کے ساتھ کوئی بات نہیں کہی جاسکتی۔ صحیح بات دہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بتادی کہ یہ اللہ تعالی کی نشانی میں سے ایک نشانی ہے کہ اس نے اپنی تدبیر کارسازی سے اپنے بندوں کے لئے غار مہیا فرمایا جہاں بغیر کاوش کے ان کے لئے ساری ضروریات زندگی فراہم تھیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ سورج بھی ان کے پاس سے گزرتا ہے تو ادب واحترام سے گزرتا ہے کہ ان کی خدمت کی انجام دہی کا شرف تو حاصل ہو لیکن ان کے آرام و سکون میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔

امام رازی یوں ذکر کرتے ہیں:

"البحث الثاني:قوله:{وَتَرَى الشَّمْسَ}أي أنت أيها المخاطب ترى الشمس عند طلوعها تميل عن كهفهم وليس المراد أن من خوطب بهذا يرى هذا المعنى ولكن العادة في المخاطبة تكون على هذا النحو،ومعناه أنك لو رأيته على هذه الصورة".[31]

ترجمہ: دوسرا بحث {وَتَرَى الشَّمْسَ} یعنی اے مخاطب جب آپ ان کو دیکھ لیتے تو طلوع آفتاب کے وقت سورج دائیں کی طرف میلان ہوتی ہے اس کا یہ معنی نہیں کہ جو مخاطب یہ معنی دیکھے بلکہ مخاطب میں عادت ہوتی ہے کہ اس طرف ہو یعنی جب آپ دیکھ لیں گے تو یہ صورت ہو گی۔

ماوردی اس طرح رقم طراز ہے:

"وترى الشمس إذا طلعت تزاور عن كهفهم ذات اليمين وإذا غربت تقرضهم ذات الشمال وهم في فجوة منه ذلك من آيات الله من يهد الله فهو المهتد ومن يضلل فلن تجد له وليا مرشدا"[32]

ترجمہ: سورج جب ان پر طلوع ہوتی ہے تو دائیں طرف اور جب غروب ہوتی ہے تو بائیں طرف یہ صحن میں ہے یہ آیت اللہ تعالی کی ان آیتوں میں سے جس کی وجہ سے ہدایت دی جاتی ہے اور بعض کو گمراہ کرتے ہے جو کوئی مرشد اور ولی نہیں پاتے۔

آیت کے بارے میں مفسرین کے اقوال دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ احسن اصلاحیؒ کا قول متقدمین علماء کے بالکل مخالف ہے اور انہوں نے اپنے اجتہاد سے ہی ایک الگ رائے قائم کی ہے جو کہ ان کی تفردات میں سے ایک ہے۔

تفرد نمبر 8

"ياأَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لأَزْوَاجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَواةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحاً جَمِيلاً"[33]

ترجمہ: اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دوا گر آپ لوگوں کو دنیا کی زندگی اور اس کی زینتیں مطلوب ہیں تو آؤ میں تمہیں یہ چیزیں دلا کر خوبصورتی کے ساتھ رخصت کر دوں۔

احسن اصلاحیؒ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"کہ ہمارے مفسرین نے ان آیات کا پس منظر کچھ اس انداز میں بیان کیا ہے کہ فتح خیبر کے بعد جب مسلمانون کو فی الجملہ معاشی کشادگی حاصل ہوئی تو ازواج مطہرات نے بھی آپ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ ان کو بھی زندگی کی راحتوں اور زینتوں سے متمتع ہونے کا موقع دیا جائے ان کے اس مطالبہ پر بطور عتاب یہ آیت نازل ہوئیں۔"[34]

اصلاحی صاحب کہتے ہیں کہ مفسرین نے جو بات کی ہے یہ بظاہر بہت کمزور معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہاں پر جن حالات کے حوالے سے تبصرہ کیا جارہا ہے وہ ہجرت کے چوتھے یا پانچویں سال سے تعلق رکھنے والے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ مطالبہ اگر مجرد نان ونفقہ میں فی الجملہ توسیع کے لئے تھا تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس پر ان کو کوئی نوٹس دیا جائے۔ کہ ان کو دے دلا کر ہمیشہ کے لئے رخصت کر دیا جائے۔

تیسری بات یہ کہ امہات المؤمنین کے متعلق یہ سوء ظن نہیں کیا جاسکتا کہ ان پر دنیا کی زینتوں اور راحتوں کا شوق کسی بھی دور میں اس قدر غالب آگیا ہو کہ وہ اس مطالبہ کو لے کر اٹھ کھڑے ہوئے ہوں اور معاملہ اتنا سنگین ہو گیا ہو کہ خود اللہ تعالی کو اس میں مداخلت کرنی پڑی ہو اور نوبت اس نوٹس تک پہنچ گئی ہو جو ان آیات میں ان کو دیا گیا ہو یہ شان نزول ہمارے نزدیک قطعا قابل توجہ نہیں ہے۔ یہ تو صرف منافق عورتوں کی چالیں تھیں۔ جن کے ذریعے وہ آپ ﷺ کی گھریلو زندگی خراب کرنا چاہتی تھیں مختصر یہ کہ ان آیات میں ازواج مطہرات کے لئے کوئی عتاب نازل نہیں ہوا جیسا کہ عام مفسرین نے سمجھ لیا ہے بلکہ ان آیات میں منافقین کے لئے رسوائی اور ناامیدی ہے۔

ماوردی یوں رقم طراز ہیں:

"يَأَيُّها النَبِيُّ قُلْ لأَزْوَاجِكَ إِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنيَا وَزِينَتَهَا(الآية.وهذا أمر من الله لنبيه أن يخبر أزواجه،واختلف أهل التأويل في تخييره لهن على قولين :أحدهما:خيرهن بين اختيار الدنيا فيفارقهن واختيار الآخرة فيمسكهن ،ولم يخيرهن في الطلاق ، قاله الحسن وقتادة ." 35

اے نبی ﷺ اپنے بیویوں کو بتادیں کہ اگر وہ دنیاوی زندگی اور مال و متاع کا ارادہ رکھتیں ہیں۔۔۔(یہ اللہ کا اپنے نبی کو حکم تھا کہ اپنے بیویوں کو اطلاع دے اہل تاویل نے تخییر میں دو اقوال بیان کی ہیں پہلی یہ کہ وہ دنیا کی زندگی کو اختیار کرتے پھر ان کو آزاد کرتے دوسرا یہ کہ آخرت کی اختیار کہ پھر ان کو اپنے پاس رکھے، اور اان کو طلاق کا اختیار نہیں دیا گیا۔ یہ قول حسن اور قتادہ کا ہے۔

امام نسفی لکھتے ہیں:

"السعادة في الدنيا وكثرة الأموال{فَتَعَالَيْنَ }أصل تعال أن يقوله من في المكانالمرتفع لمن في المكان المستوطيء ، ثم كثر حتى استوى في استعماله الأمكنة،ومعنى أقبلن بإرادتكن واختياركن لأحد الأمرين " 36

ترجمہ: دنیا میں سعادت اور کثرت مال { فَتَعَالَيْنَ } اصل میں تعال ہے جو اونچے مقام والے نیچے مقال والے کو کہے پھر ممکنات کے استعمال میں عام ہوا یعنی تمہارا ارادہ اور تم ان دونوں کاموں میں سے ایک کا اختیار ہے۔

نتائج البحث

(1) امین احسن اصلاحی صاحب کا تدبر القرآن، نو جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم تفسیر ہے۔
(2) اس میں کوئی شک نہیں کہ تدبر القرآن تفسیری ادب میں ایک منفرد اور بے مثال مقام کی حامل تفسیر ہے۔
(3) اگرچہ بعض مقامات پر آپ نے نادر نکات ذکر کی ہے، لیکن اکثر مقامات میں تفسیری منہج کو سامنے رکھ کر جدید انداز میں آیات کی تفسیر کی ہیں۔
(4) مقالے میں پیش کئے گئے تفردات اصلاحی صاحب کے قرآنی ذوق کا واضح اور صریح ثبوت ہیں۔
(5) تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ مولانا صاحب کے تفردات انکی عقلی استدلات کی واضح دلیل ہیں۔

(6) مولانا صاحب کے تفردات کو دیکھنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آپکے تفردات اس قدر سنگین نوعیت کے نہیں ہیں جو تفسیر کے اصول اور قواعد کے خلاف ہوں۔ بلکہ ایک تفسیری قول کی حیثیت سے ان کو بھی قبول کیا جاسکتا ہے۔

(7) مولانا صاحب کے بعض تفردات سے انکا عقل کو نقل پر ایک درجہ فوقیت دینا بھی ثابت ہوتا ہے، لیکن اسکی بنیادی وجہ انکے نزدیک عقل اور نقل کے تعارض کے وقت عقل کا نقل پر مقدم ہونا بھی ممکن ہے۔

(8) اس میں کوئی شک نہیں کہ آپکی تفسیر فہم القرآن کے میدان میں جدید اسلوب میں ایک بنیادی مقام رکھتی ہے۔

حوالہ جات

1 اصلاحی، امین احسن، مقدمہ تدبر قرآن، طبع تاج کمپنی دہلی ص:15

2 اصلاحی، مقدمہ تدبر قرآن، صفحہ:15

3 اصلاحی، تدبر القرآن، ج،1، ص،32۔

4 اصلاحی، امین احسن، تدبر القرآن، ج،1، ص،32۔

5 ال عمران:3/ 113

6 أبو الفداء إسماعيل بن عمر، تفسير القرآن، مكتبة دار طيبة، ج،2، ص،17۔

7 الطبري، محمد بن جرير، جامع البيان في تأويل القرآن، مؤسسة الرسالة، ج،6، ص،233۔

8 ال عمران:161/3

9 الطبري، جامع البيان، ج،7، ص،351

10 الرازي، تفسير، ص1298/1

11 النسفي، أبو البركات عبد الله بن أحمد، دار النفائس-بيروت، ص188/1

12 النساء:4/ 159

13 اصلاحی، امین احسن، تدبر القرآن، ص423/2

14 الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد، تفسير الماوردی، ص544/1

15 الطبري، جامع البيان، ج9،379

16 الاعراف:7/ 3

17 اصلاحی، تدبر القرآن، ص222/3

18 الطبري, محمد بن جرير, جامع البيان في تأويل القرآن، ج،12، ص297

19 الرازي, محمد بن عمر بن الحسين, تفسير الفخر الرازی ص1925/1

20 الأعراف:7/ 3

21 النسفي، أبو البركات عبد الله بن أحمد، تفسير النسفی، ص41/2

[22] اعراف:7 /46

[23] الاحزاب:33/ 23

[24] الطبري، جامع البيان، ص459/12

[25] الماوردي، أبوالحسن علي بن محمد، (تفسیر الماوردی)النكت والعيون، ص226/2

[26] توبہ:101/9

[27] اصلاحی، تدبر القرآن، ص266/3

[28] الطبري، جامع البيان، ص442/14

[29] کہف:18/ 17

[30] اصلاحی، تدبر القرآن، ص571/4

[31] الرازي، تفسیر الرازی، ص2895/1

[32] الماوردي، أبوالحسن علي بن محمد، (تفسیر الماوردی)النكت والعيون، ص290/3

[33] الاحزاب:33/ 28

[34] اصلاحی، تدبر قرآن، ص215/6

[35] الماوردي، (تفسیر الماوردی)النكت والعيون، ص395/4

[36] النسفي، : أبوالبركات عبدالله بن أحمد، تفسیر النسفی، ص241/3